عبدالخالق آفریدی جنرل سیکریٹری اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان

امامِ انقلاب حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ
ایک تحریک اور جہدِ مسلسل

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام سامنے آتے ہی ذہن میں ایک ایسی نابغہ روزگار عبقری زمان کا تصور ابھرتا ہے جس کی زندگی حق و صداقت کی للکار اور باطل قوتوں کے لیے دو دھاری تلوار ہو۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ دورِ حاضر میں ۱۸۳۱ء کو برصغیر کے مسلمانوں کی ٹھٹھرتی ہوئی زندگی کو تابانیاں بخشنے اور انھیں انگریزوں و سکھوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے بالاکوٹ کی پہاڑیوں کو اپنے نایاب کمیاب اور مقدس خون سے لالہ زار بنانے والے سیدین شہیدین اور ان کے عظیم رفقاء کرام (رحمہم اللہ علیہم اجمعین) کی جرآتوں کے امین اور ان کی سرفروشیوں کے جانشین تھے۔

آپ ہمہ وقت سفر و حضر میں مسلک اہل حدیث کی اشاعت و تبلیغ کے لیے مضطرب اور جماعت اہل حدیث کی حیات و نشأۃ ثانیہ کے لیے بیقرار رہتے آپ کی اس عظیم خوبی و ولولہ انگیز جدوجہد نے نوجوانوں کے دلوں میں آپ کے لیے پیار و محبت ایثار و فدائیت کے جذبات پیدا کر دیے تھے۔ آپ جب بھی ملک اور بیرونِ ملک تبلیغی و تنظیمی دوروں کا پروگرام ترتیب دیتے تو ہزاروں نوجوان بڑی شدت کے ساتھ آپ کی آمد کے منتظر رہتے اور پھر آپ کی آمد پر آپ کے خطابات کو بڑے ذوق و شوق سے سنتے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ کے دل میں مسلک اہل حدیث کی اشاعت اور دفاع کا جذبہ اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ جب بھی کسی محفل و مجلس میں مسلک اہلحدیث پر کوئی اعتراض ہوتا تو آپ اعتراض کرنے والے کی شخصیت کی مطلق پرواہ نہ کرتے ہوتے فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور معترض کو دندان شکن جواب

دیتے۔ اس سلسلے میں بلشمار واقعات میرے ذہن میں ایسے موجود ہیں جن کا میں خود عینی گواہ ہوں۔ ان واقعات میں سے دو واقعات میں قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ انھیں اندازہ ہو سکے، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ نے کبھی مسلک اہل حدیث کے معاملے میں کسی مداہنت سے کام نہیں لیا۔ ایک مرتبہ جامعہ ابی بکر کراچی میں "شاہ شہید اجتماع" کے نام سے ایک تبلیغی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، آپ سے پہلے ڈاکٹر اسرار صاحب کی تقریر تھی۔ انھوں نے سیدین شہیدینؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کی قربانیاں تو برصغیر کی تاریخ کا لازوال واقعہ ہیں۔ مگر انھوں نے اس تحریک کے لیے صحیح وقت کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ یہ سن کر ایک دم غصے سے بھر گئے اور اپنی تقریر کے آغاز میں ڈاکٹر اسرار کے اس بیان پر ان کی موجودگی میں کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سیدین کو صرف اس لیے وقت کے تعین کے سلسلے میں خطا کار ٹھہراتے ہیں کہ انھوں نے اقتدار حاصل نہیں کیا بلکہ شہادت پائی حالانکہ ان کی ساری جد و جہد اقتدار کے لالچ کے لیے نہیں بلکہ برصغیر میں اسلامی انقلاب برپا کر کے رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ سو وہ شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو کر رضائے الٰہی حاصل کر گئے اور ان کے مقام رفیع کے پیشِ نظر ان کی دلی تمناؤں کا اگر قرآن مجید کی زبان میں اظہار کیا جائے تو یہ ہے (یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین۔

چنانچہ بعد میں ڈاکٹر اسرار صاحب نے اپنی اس غلطی پر معذرت کی۔ اس طرح ۱۹۸۵ء میں جمہوریہ عراق کے صدر صدام حسین کی دعوت پر دیوبندی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے جید علماء کا ایک قافلہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں بغداد میں منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے عراق جا رہا تھا۔ ملک بھر کے تمام شہروں کے یہ علماء کراچی میں جمع ہوئے تو کراچی کے ایک جید دیوبندی عالم دین مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے اپنے مدرسہ میں ان علماء کے اعزاز میں ظہرانے کا اہتمام کیا۔ میں بھی علامہ شہیدؒ کے ہمراہ تھا۔ دورانِ پروگرام جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو حضرت علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ہم تمام چونکہ مسافر ہیں اس لیے ہمیں جمع بین الصلوتین کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے ظہر و عصر کی نماز

اکٹھی پڑھنی ہیں۔ اسی موقعہ پر ایک دیوبندی عالم کہنے لگے کہ فقہ حنفی میں اس کا جواز نہیں۔ آپ نے انھیں آڑے ہاتھوں لیا اور فرمایا کہ آپ کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے احسان الٰہی ظہیر کی موجودگی میں فقہ کی بات کرتے ہیں۔ چنانچہ معترض لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے اور اس مجلس میں موجود اکثر حنفی اور اہل حدیث علماء نے ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ آپ سے اکثر و بیشتر ملک کی صف اول کی سیاسی جماعتوں کے لیڈر یہ بات کہتے، علامہ صاحب آپ بڑے بڑے بین الاقوامی اجتماعات میں مسلک اہل حدیث کو اپنی تقریر کا موضوع بنا کر اپنے آپ کو اس مخصوص جماعت تک محدود کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اگر آپ اس سلسلے میں تھوڑی سی مصلحت اور وقتی نزاکت سے کام لیں تو عوام کی اکثریت آپ کے گرد جمع ہو جائے گی اور اس طرح اقتدار تک رسائی بھی آپ کے لیے ممکن ہو جائے گی مگر اس سلسلے میں جواباً آپ جن خیالات کا اظہار فرماتے وہ اہل حدیث کی سرفروشانہ جدوجہد کی عکاسی کرتے ہیں بقول اقبال ؎

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے،
اپنی خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر!

چنانچہ آپ نے اپنی حیات کے آخری ایام میں ایک اخباری نمائندے کے سامنے انہی خیالات کو دہرا کر اہلحدیثوں کی ایثار و قربانی کی اور تاریخ کا لازوال حصہ بنا دیا۔ آپ نے فرمایا، میں ووٹ کے حصول کے لیے کسی قادیانی کو مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا۔ جان کے خوف سے بہائیت اور بریلویت کے گن نہیں گا سکتا۔ میں نے جب مدینہ یونیورسٹی میں ہزاروں روپے ماہانہ کی ملازمت کی پیش کش کو ٹھکرا کر چینیاں والی مسجد میں سید داؤد غزنوی کے جانشین کا منصب سنبھالا تھا مجھے اس وقت اندازہ ہو گیا تھا کہ میں نے اپنے لیے پُرخطر رستے کا انتخاب کیا ہے۔ میں فرق کا عالم ہوں اور مجھے فخر ہے کہ میں شعلہ نوا خطیب بھی ہوں۔ اگر لاکھوں کے جلسے میں کھڑا ہو کر جنرل ضیاء الحق پر اسلام کی تباہی کا الزام لگا سکتا ہوں تو پھر میں غلام احمد قادیانی کو گالی کیوں نہیں دے سکتا۔ میں نبی اکرمؐ کے ختم الرسلؐ ہونے پر مکمل یقین رکھتا ہوں تو مجھے نبوت کے جھوٹے دعویدار غلام احمد قادیانی کو مرتد اور کاذب کہتے وقت مصلحتوں سے کام نہیں لینا چاہیے۔ میں اپنے ایمان اور عقیدے میں سیاسی مصلحتوں کی آلودگی قبول کر کے اپنی سیاست کی دکان نہیں چمکا

سکتا۔ میں اس ملک میں قیامت تک برسر اقتدار نہ آؤں مجھے کوئی غم نہیں ہوگا۔ میں کلمۂ حق کہنے سے کبھی نہیں ہچکچاؤں گا۔

اور پھر عالم اسلام کا وہ عظیم قائد ملک اور بیرون ملک کروڑوں اہل حدیثوں کے دلوں کی دھڑکن اسلاف کے اختیار کردہ بے باکی کے پرخطر راستوں پر چلتا ہوا حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۲۳ مارچ کو اپنے وفادار اور جانباز ساتھیوں کے ساتھ بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ ...... ؎

یہ رتبہ بلند ملا جسے مل گیا ہر ایک مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

جماعت کو از سر نو منظم کرنے اور پھر سے تناور درخت بنانے کے لیے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ کا عظیم کردار پختہ ارادے رکھنے والے اہل حدیث نوجوانوں کے لیے اس بات کا پیغام ہے ؎

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں ،
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے !
صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پا بگل بھی ہے ،
انہی پابندیوں سے حاصل آزادی کو تو کر لے !
اگر منظور ہے تجھکو خزاں نا آشنا رہنا ،
جہان رنگ و بو سے پہلے قطع آرزو کر لے !